OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
Jan-March-2022
Vol: 7, Issue: 25
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

مشائخ سہر ورد اور سماجی بہبود کی متنوع جہات

Mashaikh e Suharward and Various aspects of social welfare

Saeed Ahmad
Assistant Prof. Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore:
saeed.is@pu.edu.pk

Abstract

Before the arrival of the Sufis, the subcontinent was land of disbelief, polytheism, oppression and injustice. In the subcontinent, humanity was hiding its face. The political system was chaotic. The kings had enslaved the people. Lawlessness was on the rise. There were walls of hatred between the people. With the death of the husband, the wife had to wash her hands of life by going through the ruthless ritual of satti. Humanity was overwhelmed with sighs and sobs. In this environment, the arrival of Sufis proved to be a breath of fresh air on the land of Subcontinent.The Sufis, with their good morals, radically changed the condition of the subcontinent. They used good character instead of sword to draw people towards Islam and guide them on the path of guidance. With the arrival of Sufis, the wandering humanity of the subcontinent got guidance. Sufis taught respect for humanity and linked the creatures to the Creator.This article has examined the aspects of social welfare of Mashaikh e Suharward. This paper will play a key role in eradicating the growing trends and attitudes of hatred, intolerance, prejudice, and extremism. It will also provide a new field of research for ethics and sociology researchers.

Keywords: Mashaikh e Suharward, Social welfare, Humanity, Subcontinent

صوفیہ کرام کی آمد سے پہلے برصغیر کفر و شرک اور ظلم و ناانصافی کی آماجگاہ تھا۔ برّصغیر میں انسانیت منہ چھپاتی پھر رہی تھی۔ سیاسی نظام درہم برہم تھا۔ راجوں نے لوگوں کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ لاقانونیت عروج پر تھی۔ لوگوں کے درمیان نفرتوں کی دیواریں حائل تھی۔ ناانصافی کا دور دورہ تھا۔ وید کے الفاظ اگر شودر کی سماعتوں سے ٹکراجاتے تو سزا کے طور پر ان کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جاتا۔ بیوی کو خاوند کی وفات کے ساتھ ستی کی بہیمانہ

رسم سے گزر کر زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ انسانیت آہوں اور سسکیوں میں دب کر رہ گئی تھی۔ گھٹن کے اس ماحول میں صوفیہ کرام کا ورودِ مسعود برّصغیر کی سرزمین پر تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوا۔ صوفیہ کرام نے اپنے حسنِ اخلاق سے برصغیر کی حالت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ انہوں نے تلوار کی بجائے حسنِ کردار کا سہارا لے کر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا اور انہیں شاہراہِ ہدایت پر گامزن کیا۔ ان کی آمد سے برصغیر کی بھٹکتی ہوئی انسانیت کو رہنما مل گئے۔ اُجڑے ہوئے بے گھر لوگوں کو گھر مل گئے۔ مساواتِ انسانی کا چرچا ہوا۔ ٹوٹے دل جڑ گئے۔ صوفیہ نے احترامِ انسانیت کا درس دیا اور مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑ دیا۔ مختصر یہ کہ ان کی زندگی کا مقصد صرف مخلوقِ خدا سے ہمدردی اور محبت و آشتی عام کرنا تھا۔ ان شخصیات میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ صدر الدین عارف، شیخ رُکن الدین ملتانی، شیخ جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ اِسمٰعیل قریشی، شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی، سید جلال الدین سرخ بخاری، شیخ عثمان مروندی رحمہ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ شامل ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سلسلہ سہروردیہ کے صوفیہ نے دیگر سلاسلِ تصوف کے مشائخ کے برعکس، سلاطینِ وقت سے مراسم رکھے۔ لیکن وہ ان کے جاہ و جلال اور کرّوفر سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئے۔ دربارِ شاہی میں ان کی آمد و رفت کا مقصد ذاتی منفعت کا حصول نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ سلاطین کی بے اعتدالیوں اور ناانصافیوں کی نشاندہی کریں تاکہ وہ اسلامی اصولوں پر گامزن ہو کر خدمتِ خلق میں مشغول رہیں۔

مشائخِ سہروردکے حسنِ خلق، حسنِ عمل، سوزِ محبت اور انسانیت نوازی کے واقعات سے کتبِ تذکرہ و سیَر بھری پڑی ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم مشائخِ سہروردیہ کی سماجی بہبود کی جہات کا جائزہ لیں گے اور یہ جانیں گے کہ ان کے کارہائے نمایاں کی مدد سے بڑھتے ہوئے پُر تشدد ماحول کو امن و سلامتی کا پیکر کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ یہ مقالہ جہاں نفرت، عدمِ برداشت، تعصب اور انتہاء پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان اور رویوں کے خاتمہ میں بنیادی کردار ادا کرے گا، وہاں علمِ اخلاق و معاشرت کے محققین کے لیے ایک نیا تحقیقی میدان بھی مہیا کرے گا۔ ذیل میں مشائخِ سہرورد کی حیات میں متنوع جہات کو چند نکات کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

خانقاہوں کا قیام

مشائخِ سہروردنے دنیا بھر میں بالعموم اور برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص خانقاہوں اور لنگر خانوں کا مضبوط نظام قائم کیا۔ جہاں بلاشبہ ہزاروں مریدین، متوسلین اور حاجت مندوں کی روحانی تربیت اور قیام و طعام کا بندوبست ہوتا تھا۔ چونکہ صاحبانِ ثروت کو معلوم تھا کہ مشائخ کے مراکز میں ضرورت مندوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، اس لیے وہ اپنے صدقات و خیرات مستحقین تک پہنچانے کے لیے ان کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ یہاں سب سے پہلے ہم

شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنے مریدِ کامل وصادق شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر پاک وہند میں اپنے افکار وتعلیمات کی اشاعت اور فروغ کے لیے بھیجا۔

شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں بغداد پہنچا تو میں نے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ کئی روز آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیضان حاصل کرتا رہا۔ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک ہزار دینار کی فتوح آئی۔ آپ نے سب کچھ راہِ خدا میں خیرات کر دیا اور کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ پھر فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا۔[1] آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سالکین وطالبین کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ آپ خود ان کے قیام وطعام کا انتظام فرماتے تھے۔[2]

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدِ صادق اور خلیفہ اعظم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دردِ انسانیت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک وہند میں بالعموم اور ملتان میں بالخصوص بے مثال فلاحی خدمات سرانجام دیں۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں ایک عظیم روحانی خانقاہ کی بنیاد رکھی لیکن آپ خانقاہ کے حجرے میں بیٹھ کر فقط عبادت وریاضت میں ہی مصروف نہ رہتے تھے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر آپ کی نظر تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاں روحانی انقلاب کے ذریعے گناہوں میں غرق مسلمانوں کو پارسا بنانا چاہتے تھے، وہاں آپ سیاسی حالات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ اس طرح آپ شرک میں ڈوبی ہوئی بت پرست قوم کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے لیے بھی ہمہ وقت کوشاں تھے۔ آپ جہاں رفاہِ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے، وہاں آپ اپنی قوم کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے سے بھی غافل نہ تھے۔ حمید اللہ شاہ ہاشمی کے مطابق ملتان میں آتے ہی آپ نے پہلا دینی مدرسہ قائم کیا، یہ مدرسہ برصغیر کا قدیم ترین دینی مدرسہ شمار ہوتا ہے۔ ملتان کا وہ مدرسہ جس کے آپ مہتمم تھے، آہستہ آہستہ اسلام کی مرکزی یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گیا جس میں جملہ علوم وفنون، منقولات اور معقولات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خود حضرت بہاء الدین زکریا اس کے پرنسپل تھے، اس میں نہ

---

[1] فرید الدین گنج شکر، راحت القلوب، ایران، کتب خانہ مجلس شورائی اسلامی، ص:۸

Farīd-Al-Dīn Ganj Shakar, *Rāhat-al-Qulūb*, Irān: Kutub Khāna Majlis Shūrā ʿī, p, 8.

[2] سہروردی، محمد نعیم طاہر، تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، لاہور: زاویہ پبلشر، ۲۰۱۱، ص:۱۲۲

Suhrawardī, Muḥammad Naīm Tāḥir, *Tazkiraḥ Mashāʿikh Suḥrawardīyaḥ Qalandarīa,* Lahore: Zawīyaḥ Publisher, 2011 , p,122

صرف برصغیر پاک وہند بلکہ بلادِ ایشیاء عراق، شام وغیرہ تک کے طلبہ زیر تعلیم تھے جن کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی تھی اور اس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ آپ کے درس کی اتنی دھوم تھی کہ بلادِ اسلامیہ کے طالب علم تحصیلِ علم کے لیے ملتان آتے تھے۔ جو طالب علم طویل مدت گزار کر کسی اور ملک میں بھی جاتا تو اسے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی درس گاہ سے ایک لاکھ سے زائد ایسے باعمل اشخاص پیدا کیے جنھوں نے مشرق میں ملائشیا، انڈونیشیا، سمرقند و بخارا، خراسان اور مشرق وسطیٰ تک پھیل کر بندگانِ خدا کی فلاح اور معاشرتی و معاشی خوشحالی کی راہیں ہموار کیں۔ ان ہزاروں طلبہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم ملتی تھی۔ تمام سامانِ نوشت وخواند، کتابیں، قلم و دوات، تختیاں، کاپیاں مدرسہ کی طرف سے باہم پہنچائی جاتی تھیں۔ لنگر خانے سے دونوں وقت کھانا ملتا تھا۔ ضرورت مندوں کو کپڑے بھی مہیا کیے جاتے تھے۔ ان طلبہ کے حجروں کی صورت میں ایک عظیم الشان بورڈنگ ہاؤس بھی تھا۔ اس یونیورسٹی سے بڑے بڑے نامور اور فقید المثال علماء پیدا ہوئے۔ جنھوں نے ملتان کی علمی و ادبی شہرت کو فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔ آج پوری دنیا میں کوئی ایک یونیورسٹی بھی ایسی ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی جس کے مصارف کوئی حکومت بھی تنہا برداشت کرتی ہو حالانکہ یہاں صرف ایک شیخ الاسلام ہی کی ذات واحد پر نہ صرف تعلیم وتربیت، درستی عمارت بلکہ طلبہ کے خوردونوش اور سامانِ نوشت وخواند کا بھی بار تھا۔ شیخ الاسلام کو آبائے کرام سے بڑا خزانہ ترکہ میں ملا تھا جسے آپ نے درویشوں کے حجرے اور مسلمانوں کے لیے سرائیں تعمیر کرنے اور درس گاہ کے ابتدائی انتظامات پر خرچ کر دیا۔ اس کے باوجود روزانہ لاکھوں روپے آتے اور لاکھوں خرچ ہو جاتے۔ اس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل افراد مذہبی امور و معاملات اور فقہی مسائل سے بخوبی آگاہ ہونے اور لوگوں کو اس سلسلے میں بھرپور معاملات بہم پہنچانے کے علاوہ معاشی، تجارتی، صنعتی اور فنی شعبوں میں بھی راہنما ثابت ہوتے تھے کیونکہ اس ادارے میں محض روحانی اور مذہبی نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشی تعلیم بھی دی جاتی تھی تاکہ اس عظیم درس گاہ میں گزرا ہوا وقت اور یہاں سے حاصل ہونے والی معلومات حصولِ معاش میں بھی مدد و معاون ثابت ہو سکیں۔[3]

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ سے فراغت پانے والے علماء ہاتھ پر ہاتھ دھر کے نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ کچھ شعبۂ تدریس سے وابستہ ہو جایا کرتے تھے اور کچھ زندگی کے دوسرے شعبہ جات میں جاندار اور مفید کردار ادا کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی

[3] ہاشمی، حمید اللہ شاہ، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، لاہور، تصوف فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء، ص: ۸۲، ۸۳
Aḥwāl wa Āthār Haẓrat Baḥāuddīn Zakarīa Multānī, Hamīdullah Shah Ḥāshmī, (Lahore, Taṣawuf Foundation, 2000 AH , p:82-83.

درسگاہ کے فارغ التحصیل علماء کو سوداگروں کے روپ میں مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں روانگی سے پہلے کچھ ہدایات بھی دیا کرتے تھے۔ ان ہدایات سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت، بصیرت اور اسلام سے محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ہدایات ملاحظہ ہوں:

۱۔ سامان کم منافع پر فروخت کرنا۔

۲۔ لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا۔

۳۔ ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا، بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔

۴۔ خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

۵۔ جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو، ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔[4]

قصہ مختصر یہ کہ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاحِ انسانیت کے لیے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ اس حوالے سے رہائشی جامعہ، مسافر خانہ، درویشوں کی رہائش کا انتظام، لنگر خانوں کا قیام وغیرہ آپ کے نمایاں کارنامے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے نابینا اور معذور افراد کے لیے محتاج خانہ بنا رکھا تھا جہاں انہیں کھانا اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ان کے علاج اور تربیت کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔[5]

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ باقاعدہ بیعت سلسلہ چشتیہ میں تھے مگر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی تربیت کا اہتمام فرمایا۔ سیر العارفین کے مطابق شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سات سال رہے اور کسبِ فیض کرتے رہے۔[6]

---

[4] فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، (لاہور، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف، ۱۹۸۰ء)، ص:۷۱-۷۲
Farīdi,Nūr Aḥmad Khān, *Tazkiraḥ Haẓrat Baḥāuddīn Zakarīa Multānī*, Laḥore: ʿUlamāʿ Acadmey, Shʿubaḥ Maṭbūʿat, Mehkmaḥ Uqāf,1980 AH), P: 71-71.

[5] فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی، ص:۹۱
Farīdi,Nūr Aḥmad Khān, *Tazkiraḥ Haẓrat Baḥāuddīn Zakarīa Multānī*, P: 91.

[6] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، (دہلی: مطبع رضوی)، ص:۱۶۴
Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn,* Delhī: Maṭbaʿ Rizvī, p:164

آپ رحمۃ اللہ علیہ بنگالہ گئے تو مخلوق ان کی طرف متوجہ ہوئی اور مرید ہونے لگی۔ آپ نے وہاں خانقاہ بنوائی اور لنگر جاری کیا۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں چند باغات اور کچھ زمین بھی خریدی اور اسے عوام الناس کے کھانے پینے کے لیے مخصوص کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ بنگالہ میں قیام کیا اور بہت سے کافروں کو مسلمان کیا۔[7] سلسلہ سہر وردیہ کے متاخرین اولیاء نے بھی اپنے مشائخ کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے خانقاہوں اور لنگر خانوں کے قیام کا سلسلہ جاری وساری رکھا۔

حضرت سید اسر مست سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں ہی شیخ کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کو گجرات میں قیام پذیر ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ وصالِ شیخ کے بعد آپ گجرات میں آ گئے، لوگوں کا رجوع دن بدن بڑھنے لگے، فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔[8]

شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں سکے روزانہ خرچ کرتے تھے۔ مساکین اور مسافروں کو دیتے۔ آپ نے بڑا لنگر چلا رکھا تھا۔ آپ غرباء اور مساکین کی پرورش کرتے تھے۔ آپ امراء کی طرح بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ ہر وقت مراقبۂ ذات میں سرنگوں رہتے۔ عالم تجرد میں آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا، ہو کر رہتا تھا۔ آپ نے بڑی بڑی سرائیں اور کنویں، مساجد اور پُل تعمیر کرائے۔ آپ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ ہر وقت جاری و ساری رہتا۔ ضرورت مند ہر وقت آپ کو گھیرے رہتے تھے۔ آپ پوری زندگی مجرد رہے اور عالم تجرید میں ساری زندگی بسر کر دی۔[9]

---

[7] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۷۱

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn,* p:171

[8] سہر وردی، محمد نعیم طاہر، تذکرہ مشائخ سہر وردیہ قلندریہ، ص:۴۰۰

Suhrawardī, Muḥammad Naīm Tāḥir, *Tazkiraḥ Mashā ͑ikh Suḥrawardīyaḥ Qalandarīa,* p,400

[9] مولانا رکن الدین، مترجم: کپتان واحد بخش سیال، مقابیس المجالس، (لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۹ء)، ص:۴۴۸

Maulāna Rukn-ad-Dīn, Mutarjim: Captān Wāhid Bakhsh Sīyāl, *Maqābīs-al-Majālis* , Lāḥore: Islamic Book Foundation, 1979 AH), P: 448.

صدورِ کرامت کا مقصد

اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور مختلف مقاصد کے تحت ہوا کرتا ہے۔ اگر ہم مشائخ سہروردی کی کرامات کا جائزہ لیں تو ان کے صدور کا ایک بہت بڑا سبب مخلوقِ خدا کی داد رسی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ حیاتِ مشائخ سہروردمیں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ چند ایک کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دریائے دجلہ میں طوفان آگیا۔ اس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے اور بستیاں ویران ہو گئیں۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں آئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے اپنے خادم کو اپنا درہ دیا اور کہا کہ اسے دجلہ پر مار کر کہو کہ عمر سہروردی کے عدل کے واسطے اپنی اصلی حالت پر لوٹ جا۔ خادم نے یونہی کیا۔ دجلہ فوراپر سکون ہو گیا۔[10]

خواجہ کمال الدین مسعود شروانی شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے متوسل اور مخلص تھے اور جواہرات کے بہت مشہور تاجر تھے۔ جب آپ جرولی کے جزیرہ سے عدن کی طرف جہاز پر سوار ہوئے۔ ان کی تھیلی میں کچھ قیمتی جواہرات تھے۔ جب وہ عدن کے نصف راستے پر تھے کہ اچانک سمندر میں مخالف ہوا چلی اور جہاز ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ تمام مسافر موت سے خوفزدہ ہوگئے۔ جہاز غرق کے قریب جا پہنچا۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عاجزی سے شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں استغاثہ کیا اور کہا کہ میرے پیر دستگیر! ہماری مدد فرمایئے۔ رب العزت کے اذن سے اس خلوص و انکسار کے وقت خواجہ مذکور نے شیخ کو جہاز میں موجود پایا۔ جہاز کے تمام مسافروں نے ان کی روحانی مدد آنکھوں سے دیکھی۔ شیخ نے ان سب کو شادان و فرحاں کیا اور چشم زدن میں نظروں سے غائب ہوگئے۔ مخالف سمت کی ہوا تھم گئی اور جہاز کے ہچکولے ختم ہو گئے۔ سب مسافر بخیر و عافیت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ تمام تاجر خواجہ کمال الدین شروانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر ایک نے اپنا تہائی مال بطور شکرانہ انہیں پیش کیا اور کہا کہ اسے جیسے مناسب سمجھیں شیخ بہاء الدین کی خانقاہ میں بھیج دیں۔ خواجہ صاحب نے کچھ عرصہ بعد وہ مال اپنے جواہر دار خواجہ فخر الدین گیلانی کے ذریعے شیخ کے پاس بھجوا دیا۔ آپ جب شیخ کے پاس پہنچے تو یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ شیخ اسی لباس اور اسی صورت میں جلوہ گر تھے جو

[10] سہروردی، محمد نعیم طاہر، تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، ص:۱۲۳
Suhrawardī, Muḥammad Naīm Tāḥir, *Tazkiraḥ Mashāʿikh Suḥrawardīyaḥ Qalandarīa*, p,123

انہوں نے جہاز میں دیکھی تھی۔ آپ کی شیخ کے لیے محبت و عقیدت مزید بڑھ گئی۔ بہر حال شیخ نے وہ سارا مال و نقد قبول کیا اور نظرِ کرم فرمائی۔ پھر سارا اثاثہ راہِ خدا میں لٹا دیا۔[11]

اس حوالے سے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں بھی ایک واقعہ ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی کرامت کے ذریعے اشرفیاں حاصل کر کے پانچ سو اونٹ خریدے اور مستحقین میں تقسیم کیے۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ ضرورت کے باوجود ایک اونٹ بھی اپنے پاس نہ رکھا بلکہ پیدل سفر اختیار کیا۔

جیسا کہ حضرت اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں کعبہ معظمہ کی جانب سفر میں، شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ ہم بنی امام پر پہنچے۔ عجیب سخت اور دشوار راستہ تھا۔ بہت سے آدمی اور اونٹ مر گئے۔ جو فقیر اور غیر لوگ قافلے میں تھے، ان کے پیروں میں آبلے پڑ گئے۔ بنی امام کے بازار میں اونٹوں کا ایک گلہ فروخت ہونے کے لیے آیا۔ ہر اونٹ کی قیمت بیس اشرفی تھی۔ اہلِ قافلہ میں سے جس میں قوت تھی اس نے اونٹ خرید لیا۔ جو غریب تھے اور قیمت نہیں رکھتے تھے، راضی بہ قضا رہے اور اپنی اپنی جانوں سے مایوس ہو گئے۔ اسی دوران شیخ جلال الدین تبریزی نے اونٹوں کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ شمار کرو کہ کتنے اونٹ فروخت نہیں ہوئے۔ شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ پانچ سو اونٹ فروخت ہونے سے رہ گئے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ یا لطیف فرمایا، پھر اپنا ہاتھ ریت میں داخل کیا، جب ہاتھ باہر نکالا تو وہ اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اشرفیوں سے اونٹ خرید کر حاجت مندوں کو عطا کیے۔ حتیٰ کہ پانچ سو اونٹ خریدے اور تمام تقسیم کر دیے۔ اپنی سواری کے لیے ایک بھی اونٹ نہ رکھا اور کعبہ کی جانب پیدل سفر کیا۔[12]

اہلِ اقتدار کی حاجت روائی

عوام تو عوام اہلِ اقتدار بھی مشائخِ سہر ورد کو اپنا ملجا و ماوٰی سمجھتے تھے۔ وہ جب بھی کسی مشکل کا شکار ہوتے، ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کیا کرتے تھے۔ مشائخِ سہر ورد خوش دلی سے ان کی حاجت روائی کیا

---

[11] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۱۷،۱۱۶

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullah̹, *Sīar Al-Arfīn,* p:116-117.

[12] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۶۵

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullah̹, *Sīar Al-Arfīn*, p:165

کرتے۔ ایک مرتبہ ملتان میں سخت قحط پڑا۔ملتان کے حاکم کوغلہ کی ضرورت پڑی۔ اس نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے طلب کیاتو آپ نے اس کی اِلتماس قبول فرماکر ایک غلہ کا انبار عطا فرمایا۔جب غلے کو یہاں سے لے جایا گیا اور انبار زمین پر لگایا گیاتو اچانک چاندی کے سکوں سے بھرے ہوئے سات پیالے اس سے نکلے۔ والئ شہر کو تشویش ہوئی کہ شاید چاندی بے خبری میں غلہ میں بھیج دی گئی ہے۔لہذا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وہ چاندی واپس بھیجی اور کہلا بھیجا کہ میں نے تو صرف غلے کا سوال کیا تھا ۔اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

مجھے معلوم تھا کہ اس میں چاندی موجود ہے۔ مگر میں نے خود چاندی اور اناج حاکم کو دے دیا تھا۔اس کے پاس لے جاؤ اور کہو وہ اسے اپنے صَرف میں لائے۔[13]

حاجت روائی نفلی عبادت سے افضل

مشائخِ سہروردکی حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلق کی حاجت روائی کو نفلی عبادات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ اپنے وظائف اور نوافل چھوڑ کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔ ایک روز شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ مبارکہ میں مصروف عبادت تھے۔چند درویش بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اچانک آپ اپنے مصلے سے اُٹھے اور رقم کی ایک تھیلی ہاتھ میں لیے باہر نکل گئے۔درویش بھی حیرانی کے عالَم میں آپ کے ساتھ ہو لیے، باہر آکر دیکھا کہ چند آدمی ایک غَریب الحال شخص کو اپنے قرض کی وصولی کے لیے تنگ کر رہے ہیں جبکہ اس شخص کے پاس ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔ آپ نے قرض خواہوں کو بلا کر فرمایا:

یہ تھیلی لے لو اور جس قدر اس شخص سے لینے ہیں نکال لو۔ قرض خواہ نے اپنے قرض سے کچھ روپے زیادہ لینے چاہے ۔فوراًاس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ چِلاّ کر بولا : حضور !معاف فرمایئے، میں زیادہ لینے سے توبہ کرتا ہوں۔ فوراً اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ مَفلوکُ الحال مقروض آپ کو دعائیں دینے لگا۔ آپ درویشوں کے ہمراہ خلوت خانہ واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: خداوندِ کریم نے مجھے اس شخص کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔الحمد للہ ! اس کا مطلب پورا ہو گیا۔[14]

---

[13] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۱۴

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullah̡, *Sīar Al-Arfīn*, p:114

[14] فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی، ص:۱۲۸

Farīdi,Nūr Aḥmad Khān, *Tazkirah̡ Hazrat Bah̡āuddīn Zakarīa Multānī*, p,128

مشائخ کا استغناء اور بے نیازی

مشائخِ سہر ورد کی درگاہ میں مال ودولت کے انبار لگے رہتے تھے مگر وہ ان خزانوں سے مستغنی تھے۔ استغناء اور بے نیازی کی دولت سے مالا مال ہونے اور حرصِ مال و متاع سے کوسوں دوری کے سبب جو بھی ان کی بارگاہ میں ہوتا یا پیش کیا جاتا سارے کا سارا راہِ خدا میں خرچ کر دیا کرتے اور اپنے پاس کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ نے ایک روز ایک خادم سے فرمایا: جاؤ، جس صندوقچہ میں پانچ ہزار سرخ دینار رکھے ہیں، اسے اٹھالاؤ۔ خادم حکم کی تعمیل میں روانہ ہوا مگر اس صندوقچہ کو غائب پایا۔ ہر چند تلاش کیا مگر بے سود، بالآخر بارگاہِ مرشد میں عرض گزار دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے الحمدللہ فرمایا۔ مگر خادم پھر بھی جاکر تلاش کرتا رہا اور بالآخر مل ہی گیا اور خوشی خوشی اٹھا کر قدموں میں لاڈالا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر الحمدللہ کہا۔ حاضرین نے عرض کی: حضور! گم ہونے پر بھی الحمدللہ اور مِل جانے پر بھی، آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ فقیروں کے لیے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں، نہ جانے کا غم نہ آنے کی خوشی، یہ کہہ کر آپ نے تمام دینار حاجت مندوں میں تقسیم کروادیے۔[15]

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خود بلکہ آپ کا سارا خاندان ہی استغناء اور بے نیازی کی دولت سے مالا مال تھا۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سات بیٹے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کا ترکہ تقسیم ہوا۔ شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو وراثت میں سات لاکھ تنکے اور کچھ مال و اسباب ملا۔ انہوں نے اسی دن یہ سامان درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک درم یا دینار بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ ایک درویش نے ان سے عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کے خزانے میں اتنا سامان اور نقد تھا۔ وہ یکبارگی خرچ کرنے کی بجائے تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے تھے۔ جبکہ آپ نے یکلخت سارا مال و اسباب خرچ کر ڈالا اور خود تہی دامن ہو بیٹھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے والد دنیا پر ہمیشہ غالب رہتے تھے۔ چونکہ انہوں نے اسے مغلوب کر رکھا تھا اس لیے تھوڑا تھوڑا خرچ کرنے سے انہیں نقصان

---

[15] گیلانی، سید محمد اولاد علی، اولیائے ملتان، بار اول، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۴ء، ص: ۱۴۰
Gīlānī, Syed Muḥammad Olād ʿAli, *Awlīya-e-Multan Multān,* Bār-e-Awal, Lahore: Sang-e-Mīl Publīcations, 1964 AH), p:140

کا اندیشہ نہ تھا۔میرا حال ان سے مختلف ہے۔میں بھی اگرچہ بیشتر دینا پر غالب رہتا ہوں مگر کبھی کبھی اس کو برابر محسوس کرتا ہوں یعنی نہ اس پر غالب ہوتا ہوں اور نہ ہی مغلوب۔اس لیے احتیاطا اسے خود سے دور کر کے اپنا دل مطمئن کر لیا۔[16]

مؤرخین کہتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایثار بھی عجب تھا۔ اپنے پاس آنے والے ہر گروہ کا مدعا پورا کرتے۔ چنانچہ مخلوقِ خدا حضرت کو "قبلۂ حاجات" کہا کرتی تھی۔[17]

شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے جدِ امجد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھا کرتے تھے بلکہ سب کچھ راہِ خدا میں نثار کر دیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور میں ایک بار ملتان سے دہلی تشریف لائے۔ سلطان نے شاہی جاہ و جلال کے ساتھ دہلی سے باہر اُن کا والہانہ استقبال کیا اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو دہلی لایا۔ سلطان نے دو لاکھ ٹکے پیش کیے، پھر رخصت کے وقت مزید پانچ لاکھ پیش کیے۔ شیخ نے یہ ساری رقم فقراء و مساکین میں تقسیم کر دی اور اپنے ساتھ ملتان ایک ٹکا بھی نہ لے گئے۔[18]

مخلوق کی دلجوئی

مشائخ سہر ورد سخاوت کے ساتھ ساتھ ہمہ وقت مخلوق کی دلجوئی کے لیے کمربستہ رہا کرتے تھے۔ان کی حیات میں ہمیں اس کے بہت سے شواہد ملتے ہیں:

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو کوئی شے عنایت فرماتے تو اچھی اور زیادہ مقدار میں دیتے تھے۔ معلم جو آپ کے بچوں کو پڑھاتا تھا اسے تنخواہ کے علاوہ انعام بھی مرحمت فرماتے تھے۔[19]

---

[16] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۲۸-۱۲۹

Jamālī, Ḥāmid Bin Fażlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn*, p:128-129

[17] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۴۱

amālī, Ḥāmid Bin Fażlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn*, p:141

[18] سید صباح الدین، بزمِ صوفیہ، اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۲۰۱۸ء، ص:۴۰

Syed Ṣabāh-al-Dīn, *Bazm-e-Sūfīyah*, Azam Garah: Dār-al-Musnafīn, 2018 AH , P: 40

[19] دہلوی، خواجہ حسن، فوائد الفؤاد، بار اول، لاہور، ملک سراج الدین اینڈ سنز، ۱۹۶۶ء، ص:۳۷۸

Dehlavī, Khawaja Hassan, *Fawa'id al-Fu'ad* , Bār-e-Awal, Lāhore, Malik Sirāj-al-Dīn & Sons, 1966 AH , p:378.

مشائخ سہر ورد لنگر خانوں میں جا کر بھوکوں اور حاجت مندوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے تا کہ ان کی دل جوئی کر سکیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ لنگر خانہ میں جو بھی کھانا پکتا، فقراء کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فقراء کی ایک بڑی جماعت دستر خوان پر شریک تھی۔ آپ نے ہر فقیر کے ساتھ ایک ایک لقمہ کھایا۔ ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ روٹی شوربے میں بھگوکر (ثرید بنا کر)کھارہا ہے۔فرمایا:سبحان اللہ! ان سب میں سے یہ خوب کھانا جانتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔[20]

یعنی عائشہ (رضی اللہ عنہا)کی بزرگی ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی بزرگی تمام کھانوں پر۔[21]

اسی طرح شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے منقول ہے کہ جب شیخ رکن الدین ملتان سے دہلی آتے تو ان کی ظاہری وباطنی عنایات کی وجہ سے مخلوقِ خدا کے لیے ہر روز، روز عید اور ہر شب، شب قدر ہو جاتی۔[22]

دوسروں کو حاجت روائی کی ترغیب

مشائخ سہر ورد اور ان کے تربیت یافتگان نہ صرف خود فلاحِ انسانیت کے لیے کوشاں رہتے تھے بلکہ اپنے مریدین کو بھی اس کی تلقین وترغیب دیا کرتے تھے اور اس حوالے سے ان کی عملی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز شہر بدایوں میں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کی دہلیز پر جلوہ گر تھے۔اچانک ایک ہندو بدایوں کے نواح سے کھٹیر کے گھنے جنگل سے دہی سے بھری ہوئی مٹکی سر پر رکھے بیچنے کے لیے لایا۔ وہ ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ جب شیخ جلال الدین کے پاس سے گزرا اور اس کی نظر آپ کے جمال پر پڑی تو مٹکی زمین پر رکھ دی۔ آپ کے قدموں میں گر گیا اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔ آپ

---

[20] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، 1422ھ ،2/454، رقم:3433۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H , 2/454, NO: 3433.

[21] خواجہ حسن دہلوی، فوائد الفوٴاد، ص:۱۸۲،۱۸۱

Dehlavī, Khawaja Hassan, *Fawa'id al-Fu'ad*, p:181-182.

[22] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۴۲،۱۴۱

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn*, p:141-142

نے اس کا پرانا نام بدل کر علی رکھ دیا۔ وہ اگلے روز اپنے گھر گیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا، وہ سب آپ کی بارگاہ میں لے آیا۔ آپ نے اسے نقد رقم سنبھال کر رکھنے اور مناسب موقعہ پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کسی کو دس درہم سے کم انعام نہیں دیا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ تمام نقد روپیہ خرچ ہو گیا۔ صرف ایک درم علی کے پاس رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ شیخ انعام دس درہم سے کم نہیں دیتے جبکہ میرے پاس ایک درہم بچا ہے۔ جب شیخ کسی کو انعام دینے کا حکم دیں گے تو نو درہم کی مزید ضرورت ہو گی۔ وہ کہاں سے آئیں گے۔ اسی دوران ایک ضرورت مند آیا۔ شیخ نے علی کو ایک درہم سائل کو دینے کا حکم دیا۔[23]

شاہانِ وقت سے حاجت مندوں کی سفارش

اگرچہ مشائخِ سہر وردشاہی درباروں میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ مگر اس سے ان کا مقصد ذاتی منفعت کا حصول نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس کے کئی ایک مقاصد ہوا کرتے تھے۔ ان مقاصد میں سے ایک مقصد یہ تھا کہ حاجت مندوں کے مسائل بادشاہوں تک پہنچائیں اور ان کا موثر حل کروائیں۔ مشائخِ سہر ورد کی حیات میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

شیخ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین کے عہد میں بھی دو مرتبہ دہلی آئے۔ شیخ کی عادت تھی کہ جب وہ سلطان قطب الدین سے ملنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کے تخت کو مخصوص وقت کے لیے روک لیتے تاکہ حاجت مند اپنی عرضیاں اس پر رکھ دیں۔

جب وہ دربار کی طرف جاتے تو تیسری دہلیز پر سلطان استقبال کے لیے آتا اور اندر لے جاتا۔ دوزانو ہو کر با ادب آپ کے سامنے بیٹھ جاتا اور آپ کے آنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتا۔ شیخ اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کی تمام عرضیاں لائے اور سلطان کے سامنے رکھ دے۔ سلطان تمام عرضیاں پڑھ کر اس کی پشت پر اس کا مناسب

[23] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۷۰

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn*, p:170

جواب لکھ کر اپنی مہر لگا دیتا۔ آپ اس وقت تک وہاں سے واپس نہ آتے جب تک کہ مخلوق کے تمام معاملات طے نہ ہو جاتے۔[24]

یہاں میر خورد رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کی روایت ذکر کرنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رکن الدین کے ڈولے پر محتاجوں کی عرضیوں اور کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا۔ میں روٹیاں رکھنے اور جگہ وسیع کرنے کے لیے ان کاغذات کو ایک طرف جمع کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا:

تم جانتے ہو کہ یہ کاغذ کیسے ہیں؟ اس کے بعد خود فرمایا کہ اس زمانہ کے مساکین کی عرضیاں ہیں۔ جب میں بادشاہ کے پاس جاتا ہوں تو محتاج لوگ اپنی عرضیاں دیتے ہیں تاکہ ان کی حاجتیں پوری ہو سکیں۔ لیکن افسوس آج انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ میں بادشاہ دین کے پاس جا رہا ہوں۔[25]

مشائخ سہر ورد کے اربابِ اقتدار سے مراسم رکھنے کا ایک سبب رعایا کو شاہی مظالم سے بچانا بھی تھا۔ جیسا کہ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اہلِ ملتان کی حاکمِ وقت سے جان بچائی۔ تاریخی منابع کے مطابق ملتان میں کشلو خان نے بغاوت کر دی۔ اس وقت کے حاکم محمد تغلق نے اس کی بغاوت کو کچل ڈالا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ملتان میں خون کی ندیاں بہا دی جائیں۔ جونہی اس حکم پر عمل درآمد شروع ہوا۔ لوگ خوفزدہ اور حواس باختہ ہو کر دوڑتے ہوئے شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور بادشاہ سے سفارش کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اعتکاف میں تھے۔ آپ نے فوراً اعتکاف چھوڑا اور ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس جا کر اہل شہر کو معافی دلوائی۔[26]

اسی طرح حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے حاکمِ وقت سے ظالمانہ ٹیکس بھی معاف کروائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عوام اور تاجروں پر بڑے بھاری بھرکم ٹیکس مسلط تھے۔ ایک بار اوچ کے

---

[24] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۴۳،۱۴۲

Jamālī, Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, *Sīar Al-Arfīn*, p:142-143

[25] میر خورد، سیر الاولیاء، دہلی، مطبع دہلی، ۱۳۰۲ھ، ص:۱۳۹،۱۳۸

Mīr Khūrad, *Sīar-al-Awlīya*ʿ, Deḥlī, Maṭbaʿ Deḥlī, 1302 AH, p:138-139.

[26] فریدی، مولانا نور احمد خان، تاریخ ملتان، ملتان: قصر الادب، ص:۲۵۷

Maulānā Nūr Aḥmad Khān Farīdī, *Tarīkh Multān*, Multan: Qasar al-Adab, p:257.

ایک باورچی نے آپ سے اپنا ٹیکس کم کرانے کی درخواست کی تو آپ نے سلطان فیروز شاہ سے اس کی سفارش کا وعدہ کیا۔اس واقعہ کے بعد آپ نے ناجائز اور ظالمانہ ٹیکس کی فہرست سلطان کو پیش کی۔ سلطان نے بیک جنبش قلم ایسے تمام ٹیکس معاف کر دیے اور مالی نقصان کی ذرا بھی پروانہ کی۔[27]

مشائخ سہرورد عوام کے معاشی مفادات کے تحفظ کے لیے بھی شاہانِ وقت سے سفارش کیا کرتے تھے۔اس حوالے سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلاطینِ وقت کے ساتھ ملاقات میں معاشی طور پر پسماندہ لوگوں کی عرضیاں پیش کیا کرتے تھے اور ان کے معاشی مسائل حل کرواتے۔جب بادشاہ حضرت مخدوم کی ملاقات کو آتا تو آپ ضرورت مندوں کی عرضیاں اس کی خدمت میں پیش فرماتے۔بادشاہ ان کو غور سے ملاحظہ کرکے ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتا۔[28]

ایک روز حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔مؤذن نے اذان میں اکبر کی جگہ اکبار کہا۔ فرمایا یہ کفر ہے۔ سلطان کو خبر ہوئی تو مؤذن کو طلب کیا۔اُس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عتاب کا ذکر کیا۔ آپ نے اس کی دلجوئی کی اور فرمایا میں سلطان سے کہوں گا کہ تمہاری روٹی موقوف نہ کرے لیکن اکبار نہ کہنا اور نہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے بجائے حَیًّا عَلَی الصَّلٰوۃ کہنا، کیوں کہ اس سے معانی بدل جاتے ہیں۔یوں آپ نے نہ صرف موذن کو سزا سے بچایا بلکہ اُس کی نوکری بحال رکھنے کی سفارش بھی فرمائی۔[29]

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک واقعہ مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بے گناہ قیدی کی وزیر سے بیس بار سفارش کرکے اسے رہائی دلوائی اور اس حوالے سے اپنی

---

[27] برنی، تاج الدین، احمد، سراج الہدایہ،(مخطوطہ) تاج الدین احمد برنی، مملوکہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ص:۳۳

Burnī, Tāj-al-Dīn, Aḥmad, *Sirāj-al-Hidāya* (Makhṭūṭaḥ) Tāj-al-Dīn, Aḥmad Burnī, Mamlukaḥ Muḥammad Iqbāl Mujaddidī, Lahore, p:33.

[28] شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۵ء، ص:۲۸۰

Sheikh Muḥammad Akram, *Raūd e Kauthar*, Lāḥore: Idāraḥ Thaqāfat-e-Islāmīyaḥ, 2005 AH , p:280.

[29] سید صباح الدین، بزمِ صوفیہ، ص:۴۳۲

Syed Ṣabāh-al-Dīn, *Bazm-e-Sūfīyaḥ*, p:432.

عزت نفس کے مجروح ہونے کی پرواتک نہ کی۔ جیسا کہ تاریخی کتب میں مذکور ہے کہ سلطان فیروز شاہ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کا بہت معتقد تھا جبکہ اس کا ایک وزیر جس کا نام خان جہاں تلنگی تھا شیخ کا بالکل بھی معتقد نہیں تھا بلکہ انہیں برا بھلا کہنا اس کا مشغلہ تھا۔ ہوا کچھ یوں کہ وزیر نے محرر کے بیٹے کو جیل میں قید کروا دیا اور اس سے بہت سختی سے پیش آتا تھا۔ محرر نے اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے بہت تگ و دو کی مگر بے سود۔ آخر کار وہ مخدوم جہانیاں کی بارگاہ میں آیا اور سارا معاملہ عرض کیا۔ مخدوم جہانیاں سفارش لے کر وزیر کے دروازے پر پہنچے۔ وزیر کو خبر ہوئی تو اس نے اندر سے ملازم کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میں ہر گز تمہاری سفارش نہیں مانوں گا اور تمہارا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ دوبارہ یہاں ہر گز نہ آنا۔ منقول ہے کہ تقریباً انیس بار آپ رحمۃ اللہ علیہ وزیر کے دروازے پر سفارش کرنے گئے۔ وہ ہر بار ایک ہی جواب دیتا رہا۔ جب شیخ بیسویں بار دروازے پر پہنچے تو اس نے اندر سے آواز دے کر کہا کہ سید اتنی بار جواب دینے کے باوجود تم سفارش لیے آجاتے ہو تمہیں غیرت نہیں آتی؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: عزیز! میں جتنی بار سفارش کرنے آتا ہوں مجھے اجر ملتا ہے مگر مظلوم کو فائدہ نہیں ہوتا۔ میری خواہش ہے کہ اسے تمہارے ذریعہ رہائی دلواؤں اور تمہیں ثواب پہنچاؤں۔ اس بات کا وزیر پر بہت اثر ہوا اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اس نے اپنا سر ننگا کیا، گلے میں رسی باندھی، آپ کے قدموں میں گرا اور مرید ہو گیا۔ نیز اس نے محرر کے بیٹے کو رہا کر دیا اور گھوڑا اور خلعت بھی بخشی۔ علاوہ ازیں اس نے مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی بہت سا نذرانہ پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام نذرانہ مظلوم کو دے دیا اور اپنے گھر واپس آگئے۔[30]

نتائج بحث

زیر نظر تحقیق میں ہم نے مشائخ سہر ورد کی تعلیمات جمیلہ اور مساعیٔ جلیلہ کے چند نمونے پیش کیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ سہر ورد ہمہ وقت اللہ کی محبت اور مخلوق کی خدمت کے جذبہ سے سرشار رہا کرتے تھے۔ وہ ہمہ وقت اصلاح معاشرہ اور اس کی ترقی کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس کو مشائخ سہر ورد کی تعلیمات و مساعی سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ ان سے کسب فیض کرتے ہوئے خدمت خلق اور درد انسانیت کے جذبہ سے منور ہو کر میدان عمل میں اتریں اور ارض وطن کو جنت نظیر بنا دیں۔

---

[30] جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص:۱۵۷

Jamālī , Ḥāmid Bin Faẓlullaḥ, Sīar Al-Arfīn, p:157

اس تحقیقی مقالہ سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

مشائخ سہروردہر قسم کی حرص و طمع سے پاک تھے۔انہیں زر کا لالچ تھا نہ شہرت کی ہوس۔ان کا مطمح نظر صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول تھا۔

مشائخ سہروردنے سماجی فلاح و بہبود کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور شب وروز، امارت و غربت اور آسانی و دشواری کی پروا کیے بغیر اپنی کاوشیں جاری رکھیں۔

مشائخ سہرورد دوسروں کی آسائش کی خاطر اپنی بنیادی ضروریات کا سامان بھی راہ خدا میں نثار کر دیا کرتے تھے۔خود بھوکے رہ کر اوروں کو کھلایا کرتے تھے۔خود پیاس برداشت کر کے دوسروں کو سیراب کیا کرتے تھے۔اپنی ستر پوشی پر اکتفا کر کے اوروں کو پوشاکیں عطا کیا کرتے تھے۔

شاہانِ وقت کے ساتھ مشائخ سہرورد کی نشست و برخاست کا مقصد ذاتی حوالے سے جلب منفعت یا دفع مضرت نہیں تھا بلکہ وہ عوام الناس کی بھلائی، بہتری اور بہبود کے لیے نیز انہیں شاہی مظالم سے بچانے کے لیے صاحبان اقتدار سے مراسم و تعلقات استوار رکھا کرتے تھے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License